میت دفن کرنے کے بعد قبر کے پاس سورۃ البقرۃ پڑھنا؟

سوال مجھے ایک ... دوست نے ایک حدیث میسج (Message) کی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جب تم میں سے کوئی مرجائے تو اس کو بند نہ رکھو بلکہ قبر کی طرف اُسے جلدی لے جاؤ اور چاہئے کہ دفن کے بعد اُس کے سرہانے پڑھا جائے سورۂ بقرہ کا اول بقرہ کا آخر پاؤں کی طرف پڑھا جائے۔ مشکوٰۃ حدیث نمبر ۱۶۲۵ جلد ۱''

آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ اس حدیث کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ آیا یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف؟ (محمد یعقوب، مہلو تحصیل فتح جنگ، ضلع اٹک)

الجواب یہ روایت مشکوٰۃ کے ہمارے نسخے میں بحوالہ شعب الایمان للبیہقی مذکور ہے۔ (ج ۱ ص ۵۵۹ ح ۱۷۱۷)

شعب الایمان میں اس کی سند درج ذیل ہے:

''أخبرنا علي بن أحمد بن عبدان :أخبرنا أحمد بن عبيد الصفار :حدثنا أبو شعيب الحراني :حدثنا يحيى بن عبد الله البابلتي :حدثنا أيوب بن نهيك الحلبي مولى آل سعد بن أبي وقاص قال :سمعت عطاء بن أبي رباح: سمعت عبد الله بن عمر ، سمعت النبي ﷺ يقول...''

(ح ۹۲۹۴ نسخہ جدیدہ محققہ: ۸۸۵۴)

یہ روایت ابو شعیب کی سند کے ساتھ المعجم الکبیر للطبرانی (۱۲/ ۴۴۴ ح ۱۳۶۱۳) اور القراءۃ عند القبور للخلال (ح ۲) میں بھی مذکور ہے۔

اس سند میں دوراوی مجروح ہیں:

۱: یحییٰ بن عبداللہ بن الضحاک البابلتی کے بارے میں حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا:

" ضعیف " (تقریب التہذیب:۷۵۸۵)

بیہقی نے فرمایا:" ضعیف " (السنن الکبریٰ ۴/ ۲۹۵)

حافظ ذہبی نے فرمایا:" واہٍ "یعنی ضعیف ہے۔ (المغنی فی الضعفاء ۲/ ۵۲۱ ت ۷۰۰۳)

ہیثمی نے فرمایا:" وھو ضعیف " (مجمع الزوائد ۳/ ۴۴)

ان کے علاوہ متقدمین میں سے ابو حاتم الرازی اور ابن عدی وغیرہما نے بھی اس البابلتی پر جرح کی ہے۔

۲: ایوب بن نہیک الحلبی کے بارے میں ابو حاتم الرازی نے فرمایا:" ھو ضعیف الحدیث "

ابوزرعۃ الرازی نے فرمایا:" ھو منکر الحدیث "(کتاب الجرح والتعدیل ۲/ ۲۵۹ ت ۹۳۰)

حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا:" وھو منکر الحدیث قالہ أبو زرعۃ ... "

(فتح الباری ۲/ ۴۰۹ تحت ح ۹۳۰)

حافظ ذہبی نے فرمایا:" ترکوہ "یعنی وہ متروک ہے۔

(دیوان الضعفاء ۱/ ۱۰۶ ت ۵۳۵، المغنی فی الضعفاء ۱/ ۱۵۱ ت ۸۳۷)

ہیثمی نے فرمایا:" و فیہ أیوب بن نہیک وھو متروک ضعفہ جماعۃ و ذکرہ ابن حبان فی الثقات و قال :یخطئ " (مجمع الزوائد ۲/ ۱۸۴)

جمہور کی جرح کے بعد ایوب بن نہیک کا ایک کتاب الثقات میں مذکور ہونا شاذ و غلط ہے اور جمہور کا فیصلہ ہی مقدم ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ آپ کی مسئولہ روایت سخت ضعیف و مردود ہے، نیز اس باب میں موقوف روایت بھی عبدالرحمٰن بن العلاء بن اللجلاج کے مجہول الحال ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (۱۱/ اگست ۲۰۱۲ء)

ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا

سوال ایک لڑکی کسی مشکل میں ایک جاننے والے سے مدد حاصل کرتی ہے اور وہ شخص اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر اس لڑکی کو ڈرا دھمکا کر اس سے نکاح کر لیتا ہے۔ لڑکی نہ تو اس کی فیملی سے ہے نہ ہی علاقہ سے۔ دولت، حسن اور تعلیم میں بھی لڑکی لڑکے سے افضل ہے۔ نکاح کے دوران لڑکی کے خاندان میں سے کوئی بھی موجود نہیں۔ لڑکا پہلے سے شادی شدہ بھی ہے۔ لڑکی نکاح سے انکار کرتی ہے تو لڑکا اسے خاندان میں بے عزت کرنے اور جان سے مارنے کی دھمکی وغیرہ دیتا ہے۔ اس موقع پر لڑکی کو اپنے گھر اور علاقہ کا اتا پتہ معلوم نہیں اور وہ مکمل لڑکے کے کنٹرول میں ہے۔ وہ لڑکا اسے ایک ہی صورت میں گھر چھوڑ کے آنے پر راضی ہے: جب وہ نکاح کے لئے ہاں کرتی ہے۔ لڑکی کا بیان ہے کہ اس کے ساتھ زبردستی نکاح کیا گیا اور وہ دل اور دماغ سے کبھی اس نکاح کو نہیں مانتی۔ آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرمائیں کہ مندرجہ بالا صورت میں زبردستی کیا گیا نکاح جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو عورت بھی اپنے ولی کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۷/ ۱۰۵، وسندہ حسن والحدیث صحیح، سنن ابی داود: ۲۰۸۳، سنن الترمذی: ۱۱۰۲، وقال: "ھذا حدیث حسن " صحیح ابن حبان: ۴۰۴۲، وصححہ الحاکم علیٰ شرط الشیخین ۲/ ۱۶۸)

اس روایت کے بہت سے شواہد بھی ہیں، بلکہ علامہ سیوطی نے اسے متواتر قرار دیا ہے۔

(دیکھئے قطف الازھار: ۸۷)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "لا نکاح إلا بولي مرشد أو سلطان" خیر خواہ ولی یا سلطان کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ (الاوسط لابن المنذر ۸/ ۲۶۴ ح ۷۱۸۳ وسندہ حسن)

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد وغیرہم کا یہی قول ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ (دیکھئے سنن الترمذی: ۱۱۰۲)

لہٰذا ثابت ہوا کہ صورت مسئولہ میں اس لڑکی کا نکاح نہیں ہوا۔ (۲۴/ مارچ ۲۰۱۳ء)

جمہور سے مراد کون لوگ ہیں؟

سوال آپ کی اکثر تصانیف میں جمہور کا ذکر آتا ہے۔ جمہور سے مراد کون لوگ ہیں؟ آپ کے نزدیک جمہور میں کون کون سے محدثین اور علماء شامل ہیں؟

(عبدالمتین۔ آسٹریلیا)

الجواب اسماء الرجال میں جمہور سے مراد ثقہ و صدوق صحیح العقیدہ محدثین کرام کی اکثریت ہے، مثلاً ایک کے مقابلے میں دو جمہور ہیں۔

مسئلہ سمجھانے کے لئے ایک مثال پیشِ خدمت ہے:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ایک بنیادی راوی فلیح بن سلیمان المدنی رحمہ اللہ ہیں۔

ان پر درج ذیل محدثین نے ضعیف وغیرہ کی جرح کی ہے:

☆ یحییٰ بن معین، ابو حاتم الرازی، نسائی، ابو احمد الحاکم الکبیر، علی بن المدینی، ابو کامل مظفر بن مدرک، ابو زرعۃ الرازی، عقیلی، ابن الجوزی اور بیہقی رحمہم اللہ

(کل ۱۰ عدد)

امام ابوداود کی طرف منسوب جرح باسند صحیح ثابت نہیں، لہٰذا ان کا حوالہ پیش کرنا غلط ہے۔

اور درج ذیل محدثین نے ان کی توثیق کی ہے، یعنی ثقہ و صحیح الحدیث وغیرہما قرار دیا ہے:

☆ بخاری، مسلم، بیہقی، ابن خزیمہ، ترمذی، حاکم، ابن عدی، ذہبی، ابن حبان، دارقطنی، ابن حجر العسقلانی، ابن الجارود، ابوعوانہ، ابونعیم الاصبہانی، ضیاء المقدسی، بغوی اور ابن شاہین وغیرہم رحمہم اللہ (کل ۱۷ عدد) (تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات ۴/ ۳۶۸۔ ۳۷۰)

[تنبیہ: بیہقی نے ان کی ایک روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ایک کو منکر کہا ہے جس کی تطبیق یہ ہے: " صحیح الحدیث في غیر ما انکر علیه "]

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ فلیح بن سلیمان جمہور یعنی اکثر محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق ہونے کی وجہ سے صحیح الحدیث یا حسن الحدیث راوی ہیں اور ان پر جرح مردود ہے۔

میرے نزدیک سلف صالحین کے مختلف طبقات ہیں، مثلاً: صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور اتباع تبع تابعین یعنی تین سو سالہ زمانۂ خیر القرون، چھٹی صدی ہجری تک زمانۂ تدوینِ حدیث اور اس کے بعد نویں صدی ہجری تک کے علمائے اسلام۔ صحابہ کے بعد ہر طبقے کے ہر فرد کے لئے صحیح العقیدہ اور ثقہ وصدوق عند الجمہور ہونا ضروری ہے۔

یاد رہے کہ ضعیف ومجروح، نیز اہلِ بدعت یعنی گمراہوں کو جمہور میں ہرگز شمار نہیں کیا جاتا، بلکہ ان لوگوں کا وجود اور عدم وجود ایک برابر ہے۔ (۱۸/ اگست ۲۰۱۳ء)

نمازِ ظہر سے پہلے چار سنتوں کے احکام

سوال ظہر کی فرض رکعات سے پہلے چار رکعات سنت کے متعلق کیا احکام ہیں؟ اگر چار رکعات سنت فرض رکعات سے پہلے نہ پڑھ سکیں تو کیا حکم ہے؟

(عبدالمتین۔ آسٹریلیا)

الجواب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتیں کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۱۱۸۲)

دوسری روایت میں ہے کہ آپ گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے، پھر باہر جا کر لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ الخ (صحیح مسلم: ۷۳۰ [۱۶۹۹])

سیدنا عبداللہ بن السائب بن صیفی المخزومی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد، ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے، پھر فرماتے: اس وقت آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ (دربارِ الٰہی میں) میرا نیک عمل بلند (یعنی پیش) کیا جائے۔ (سنن الترمذی: ۴۷۸ وقال: ''حسن غریب'' وسندہ صحیح)

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور بعد میں دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

(سنن الترمذی: ۵۹۸۔ ۵۹۹ ملخصاً وقال: ''ھذا حدیث حسن'' وسندہ حسن)

رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ((**من حافظ علی أربع رکعات قبل الظھر و أربع بعدھا حرّمه اللّٰه علی النار.**)) جو شخص ظہر سے پہلے چار اور ظہر کے بعد چار رکعتوں کی حفاظت کرے (یعنی یہ رکعتیں ہمیشہ پڑھے) اللہ نے اسے آگ پر حرام قرار دیا ہے، یعنی وہ جہنم کی آگ میں داخل نہیں ہوگا۔ (سنن الترمذی: ۴۲۸ وقال: ''ھذا حدیث حسن صحیح غریب من ھذا الوجه'' وسندہ حسن، شرح السنۃ للبغوی ۳/۴۶۴ ح ۸۸۹ ونقل عن الترمذی قولہ: ''حسن غریب'' وأقرہ، المعجم الکبیر للطبرانی ۲۳/۲۳۵ ح ۴۵۳، مسند الشامیین لہ: ۱۵۲۴)

اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے اور اس کے بہت سے شواہد بھی ہیں جن کی وجہ سے یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے۔

اس سند کے ایک راوی ابو عبدالرحمٰن قاسم بن عبدالرحمٰن الدمشقی قولِ راجح میں جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں۔

عینی حنفی نے لکھا ہے: '' **وثقه الجمهور** '' **إلخ**

(عمدۃ القاری ۷/۱۴۶ ح ۱۱۰۳، میری کتاب: تحقیقی مقالات ۳/۴۰۰)

قاسم بن عبدالرحمٰن کے شاگرد علاء بن حارث بن عبدالوارث الدمشقی صحیح مسلم کے راوی اور ثقہ وصدوق ہیں۔ جمہور کی توثیق کے ساتھ بعض کی طرف سے ان پر دو اعتراضات بھی کیے گئے ہیں:

۱: **اختلاط** (یہ اعتراض ثابت نہ ہونے کی وجہ سے باطل ومردود ہے۔)

اسی اعتراض کا راوی ابو عبید الآجری مجہول الحال ہے۔

۲: **قدریت** (یہ ان سے باسند صحیح ہرگز ثابت نہیں کہ وہ تقدیر کے منکر تھے)

جمہور کی توثیق کے بعد ایسا (قدریت وغیرہ کا) اعتراض مردود ہوتا ہے اور اس اعتراض کا روایتِ حدیث کے ساتھ بھی کوئی تعلق نہیں۔

تنبیہ: اس باب میں اور روایات بھی موجود ہیں۔

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھی ہیں۔
(دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۱۹۹ ح ۵۹۴۲ وسندہ صحیح، ۵۹۴۵ ملخصاً وسندہ صحیح)

عبدالرحمٰن بن عبد: القاری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ ظہر سے پہلے (نفل) نماز پڑھ رہے ہیں، پس انھوں نے پوچھا: اے امیر المومنین! یہ کیا (کونسی) نماز ہے؟ آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: یہ رات کی نماز (میں سے) ہے۔ (تہذیب الآثار لابن جریر الطبری، مسند عمر القسم الثانی ص ۹۶ ح ۲۸۶۳ وسندہ صحیح)

یعنی یہ رات کی (تہجد کی) نماز رہ گئی تھی، جو میں اب پڑھ رہا ہوں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے حزب (یعنی اوراد واذکار) یا اس کے کسی حصے سے سو یا رہ جائے تو نمازِ فجر اور نمازِ ظہر کے درمیان اسے پڑھ لے، اسے اسی طرح ثواب ملے گا جیسا کہ رات کو پڑھا ہے۔ (صحیح مسلم: ۷۴۷ [۱۷۴۵])

اس حدیث سے امام ابن خزیمہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر تہجد کی نماز رہ جائے تو دن کو، حدیث میں مذکورہ وقت میں پڑھ لیں۔ (دیکھئے صحیح ابن خزیمہ ۲/ ۱۹۵ قبل ح ۱۱۷۱)

جاہلیت میں مسلمان ہونے والے عظیم ثقہ و عابد تابعی عمرو بن میمون الاودی رحمہ اللہ (م ۷۴ھ) نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور صبح سے پہلے دو رکعتیں کسی حال میں بھی ترک نہیں کیا کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ: ۵۹۴۳ وسندہ صحیح)

ابوالاحوص سلام بن سلیم الحنفی مولاھم الکوفی کا حصین بن عبدالرحمٰن السلمی سے سماع ان کے اختلاط سے پہلے کا ہے، ان کی حصین سے روایات صحیح مسلم (۱۲۸۴ [۳۰۹۴]، ۱۶۲۳ [۴۱۸۱]) میں ہیں۔

ان تمام روایات و آثار کا خلاصہ یہ ہے کہ ظہر سے پہلے چار رکعتیں (نوافل یا سنتیں) پڑھنا بالکل صحیح ہے۔ یاد رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ظہر سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۱۱۸۰ واللفظ لہ، صحیح مسلم: ۷۲۹ [۱۶۹۸])

اس سے ثابت ہوا کہ ظہر کے فرضوں سے پہلے صرف دو سنتیں پڑھنا بھی جائز ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر دو اذانوں کے درمیان (نفل) نماز ہے۔ پھر آپ نے (تیسری یا چوتھی دفعہ) فرمایا: "لمن شاء" جس کی مرضی ہو۔ (صحیح بخاری: ۶۲۷ واللفظ لہ، صحیح مسلم: ۸۳۸ [۱۹۴۰-۱۹۴۱])

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی یہ دو رکعتیں (یا چار رکعتیں کسی وجہ سے) نہ پڑھ سکے تو جائز ہے۔

تنبیہ: چار سنتیں دو دو کر کے پڑھنا مسنون اور بہتر ہے جیسا کہ "صلوۃ اللیل والنهار مثنی مثنی" والی صحیح حدیث سے ثابت ہے، نیز سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (دیکھئے توضیح الاحکام یعنی فتاویٰ علمیہ ۱/۴۲۴)

حسن بصری رحمہ اللہ کا بھی ایسا ہی فتویٰ ہے، اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی اسی پر عامل تھے۔ (ایضاً ص ۴۲۵ بحوالہ مسائل احمد واسحاق روایۃ الکوسج: ۴۳۳، ۴۰۵)

اگر چار رکعتیں دو دو کے بجائے صرف ایک سلام سے بھی پڑھ لی جائیں تو بھی جائز ہے جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے عمل سے ثابت ہے۔

(دیکھئے مصنف عبدالرزاق: ۴۲۲۵، الاوسط لابن المنذر ۵/۲۳۶ وسندہ حسن)

سوال کی دوسری شق کا جواب یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: نبی ﷺ جب ظہر سے پہلے چار رکعتیں نہ پڑھتے تو انھیں بعد میں پڑھتے تھے۔

(سنن ترمذی: ۴۲۶ وقال: "حسن غریب" وسندہ صحیح)

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ چار رکعتیں نمازِ ظہر کے بعد دو سنتوں کے بعد پڑھتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۱۵۸)

یہ روایت قیس بن الربیع ضعیف راوی (ضعفہ الجمهور) کی وجہ سے ضعیف ہے، لہٰذا ان سنتوں کی مذکورہ ترتیب ضروری نہیں۔

اگر کوئی شخص ظہر کی پہلی چار یا دو سنتیں نمازِ ظہر کے بعد (کسی وجہ سے) نہ پڑھ سکے تو بھی "لمن شاء" والی حدیث کی رُو سے جائز ہے۔ واللہ اعلم (۱۸/ اگست ۲۰۱۳ء)